قسط (۱۱)

احکامِ شرعیہ میں حالات و زمانہ کی رعایت

مولانا محمد تقی صاحب امینی - ناظمِ دینیات - مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

(گذشتہ سے پیوستہ)

ذیل میں چند اور مثالیں پیش کی جاتی ہیں جن سے صحابہ کرام کے توسیعی پروگرام پر روشنی پڑتی ہے۔

جمع قرآن کے سلسلہ میں ابوبکرؓ کی جرأت

(۹) قرآنِ حکیم اللہ کی کتاب اور قانون و تشریع کا اصل الاصول ماخذ ہے، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مرتب تھا لیکن اس کے اجزاء منتشر تھے، جس کی بناء پر لازمی طور سے اِدھر اُدھر ہو جانے کا اندیشہ تھا، پھر اس حالت میں یہ اندیشہ اور زیادہ قوی ہو جاتا ہے جبکہ قرآن کے حفاظ بڑی تعداد میں دنیا سے رخصت ہو رہے ہوں، چنانچہ صحابہ کرام کو صورتِ حال کا شدید احساس ہوا، اور حضرت ابوبکرؓ سے درخواست کی گئی کہ وہ اس اہم فریضہ کی انجام دہی کی طرف متوجہ ہوں جیسا کہ حدیث میں ہے:

قال ابوبکر ان عمر اتانی فقال	ابوبکرؓ کہتے ہیں کہ عمرؓ نے مجھ سے آکر کہا کہ جنگ یمامہ میں
ان القتل قد استحر یوم الیمامۃ	قرآن کے حافظوں کی بڑی تعداد کام آگئی ہے اور مجھے
بقراء القراٰن وانی اخشی ان استحر	اندیشہ ہے کہ اگر یہی سلسلہ جاری رہا اور مختلف جگہوں پر
القتل بالقراء بالمواطن فیذھب	حفاظ شہید ہوتے رہے تو قرآن کا بیشتر حصہ بسہولت
کثیر من القراٰن وانی اری ان تامر	نہ مہیا ہو سکے گا اس لئے بہتر یہ ہے کہ آپ قرآن جمع
بجمع القراٰن قلت لعمر کیف نفعل شیئاً	کرنے کا حکم دیں، اس پر میں نے کہا کہ میں ایک ایسا کام کیونکر

لم یفعلہ رسول اللہ | کر سکتا ہوں جس کو رسول اللہؐ نے نہیں کیا ہے۔ لیکن عمرؓ نے جواب دیا کہ
قال عمر ھذا واللہ خیر [1] | خدا کی قسم یہ کارِ خیر ہے (جس میں تامل نہ ہونا چاہیے)

بات صاف تھی اور حالات کی رعایت سے ایک مصحف میں قرآن کا جمع ہو جانا ضروری تھا، لیکن ابوبکرؓ کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل تھا اور غالباً قرآنِ حکیم کی یہ آیت تھی:

رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰہِ یَتْلُوْ صُحُفًا مُّطَہَّرَۃً [2] | اللہ کی طرف سے رسولؐ جو ان کو پاک صحیفے پڑھ کر سناتا ہے

اس میں صُحُف کا ذکر ہے یعنی قرآن صحیفوں میں جمع ہے۔ اور مصحف کی شکل دینے میں صُحُف کی صورت ختم ہو رہی تھی، اس بناء پر ابتداء میں حضرت ابوبکرؓ کو شرح صدر نہ ہو سکا۔ لیکن بعد میں جب حالت کا شدید احساس ہوا، ادھر صحابہؓ کے اصرار میں بھی اضافہ ہوا تو حضرت ابوبکرؓ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور ضروری انتظامات کا حکم دیا:

فلم یزل عمر یراجعنی حتی شرح اللہ | عمرؓ مجھ سے برابر اصرار کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ نے
صدری لذلک ورأیت فی ذلک | میرا سینہ کھول دیا اور وہی بات مناسب سمجھی
الذی رأی عمر [3] | جس کو عمرؓ مناسب سمجھتے رہے۔

یہ فعل بظاہر نص کے خلاف تھا | حافظ ابن حجر جمع قرآن کے ذکر میں لکھتے ہیں:

قد اعلم اللہ تعالیٰ فی القرآن بانہ مجموع | اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ذکر کر دیا ہے کہ وہ صحیفوں
فی الصحف فی قولہ یتلو صُحُفًا مُّطَہَّرَۃً | میں جمع ہے چنانچہ "یتلو صحفا مطہرۃ" کے مطابق
الآیۃ فکان القرآن مکتوبا فی الصحف | قرآن صحیفوں میں لکھا ہوا تھا، لیکن وہ صحیفے (مختلف
لکن کانت متفرقۃ فجمعھا ابوبکر | اجزاء جو الگ الگ لکھے تھے) متفرق تھے، ابوبکرؓ
فی مکان واحد [4] | نے ان کو ایک جگہ جمع کیا۔

اس موقع پر حضرت ابوبکرؓ اگر ظاہری اتباع اور نص پر جمے رہتے اور حالات و زمانہ کی رعایت سے

---

[1] مشکوٰۃ کتاب فضائل القرآن فی جمعہ۔ [2] سورہ بینہ رکوع ۱۔ [3] مشکوٰۃ حوالۂ بالا۔
[4] فتح الباری شرح بخاری ۹ باب جمع القرآن ص۱۰۔

جمع قرآن بین الدفتین کا انتظام نہ کرتے تو دین وملت کا کس قدر عظیم خسارہ ہوتا ؟

ابتداء میں کسی اقدام سے فطری طور پر تردد ہوتا ہے جیسا کہ حضرت ابو بکرؓ کو ہوا تھا لیکن بعد میں انکشاف وانشراح کے بعد پھر تردد کی گنجائش نہیں رہتی ہے۔

چوں کہ حضرت ابو بکرؓ نے حالات کی رعایت سے تمام اقدام ۔فیصلوں اور رائے کے استعمال میں ہمیشہ اصولِ دین اور مقاصدِ شریعت کو پیشِ نظر رکھا تھا۔ اس بنا پر ہر ہر جزئیہ کی دلیل تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ہے بس اس قدر کافی ہے کہ بحیثیتِ مجموعی وہ قرآن وسنت کے خلاف نہ ہو۔

مزید تفصیل کے لئے سیاستِ شرعیہ یا توسیعی پروگرام کے تحت چند اجتہادی فیصلے درجِ ذیل ہیں :

حضرت ابو بکرؓ نے بعض مرتدین کو آگ میں جلانے کا حکم دیا

(۱۰) حضرتِ ابو بکرؓ نے سیاستِ شرعیہ کے تحت بعض باغی مرتدین کو آگ میں جلانے کا حکم دیا :

وقد حرق ابو بکر قوماً من اھل الردۃ [۱]

ابو بکرؓ نے اہلِ ردہ سے بعض کو جلایا۔

ایاس بن عبداللہ (قبیلۂ بنو سلیم کا ایک شخص) نے حضرت ابو بکرؓ کے پاس آکر اسلام قبول کیا اور ہتھیار وغیرہ سامانِ جہاد اس غرض سے طلب کیا کہ وہ باغی مرتدین کی سرکوبی کرے گا۔ لیکن جب وہ واپس گیا تو راستہ میں قتل وغارتگری شروع کردی، اطلاع ملنے پر ابو بکرؓ نے اس کو "بقیع" میں جلانے کا حکم دیا۔[۲]

قبیلۂ بنو سلیم کی بغاوت وسرکشی پر ابو بکرؓ نے خالدؓ کو یہ فرمان بھیجا تھا :

"اللہ کے فضل سے اگر تم بنو حنیفہ پر فتحیاب ہو جاؤ تو "یمامہ" میں زیادہ قیام نہ کرنا، بلکہ سیدھے بنو سلیم کے علاقہ میں جاکر ان کو غداری اور بغاوت کا مزہ چکھانا مجھے جتنا غصہ بنو سلیم پر آتا ہے اتنا کسی اور عرب قبیلہ پر نہیں آتا ہے، اسی قبیلہ کا ایک شخص "فجاءہ" (ایاس بن عبداللہ) میرے پاس آیا اور کہا کہ میں مسلمان ہوں جہاد کے لئے میری مدد کیجئے چنانچہ میں نے ہتھیار اور جانوروں سے اس کی مدد کی لیکن اس نے رہزنی ولوٹ مار شروع کردی ۔ اگر تم ان پر فتح حاصل کرکے آگ اور تلوار سے ان کو ختم کردو تو میں ہرگز تم پر برہم نہ ہوں گا۔[۳]

---

[۱] و [۲] الاحکام السلطانیہ للقاضی ابی یعلی فصل فی ولایات للامام ص ۳۴۔ [۳] تاریخ ردہ بنو سلیم کی بغاوت ص ۱۳۳

قابو پانے کے بعد حضرت خالد رضؓ نے "باڑے" بنوائے اور شکست خوردہ سلمیوں کو بند کر کے آگ لگادی جس سے وہ سب جل گئے۔[۱]

اسی طرح جنگ "بزاخہ" میں دشمن کی پسپائی کے بعد خالد رضؓ نے قیدیوں کو آگ کے "باڑے" میں جمع کیا، اور زندہ آگ میں جلادیا۔[۲]

حالانکہ آگ کی سزا نہ دینے کے بارے میں رسول اللہ صلعم کا فرمان موجود ہے جس میں باغی وغیر باغی کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔

چنانچہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا:

ان النار لا یعذب بھا الا اللہ[۳] — آگ سے سوائے اللہ کے اور کوئی عذاب نہ دے۔

دوسری روایت میں ہے:

لا تعذبوا بعذاب اللہ[۴] — اللہ کے عذاب جیسا تم لوگ عذاب نہ دو۔

ان روایتوں کی بناء پر بعض صحابہ رضؓ نے خالد رضؓ کے فعل پر اعتراض کیا تو انھوں نے جواب دیا:

"میرے پاس ابوبکر رضؓ کا فرمان موجود ہے کہ اگر تم کو اللہ فتح دے تو قیدیوں کو آگ میں جلادینا۔"[۵]

(۱۱) بعض سے قتل و قتال کا حکم دیا | بعض سے قتل و قتال کا حکم دیا چنانچہ بحرین، عمان، یمامہ اور حضر موت وغیرہ کی بغاوت میں بہت سے مرتدین کو تہ تیغ کیا گیا۔[۶]

اسی طرح ابوبکر رضؓ نے ام فرقہ نامی ایک مرتدہ عورت کو قتل کیا جس کے تیس ۳۰ لڑکے تھے وہ ان کو قتل و قتال پر ابھارتی تھی۔[۷]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ام مروان نامی مرتدہ عورت کو قتل کا حکم دیا تھا جو سرداری اور لوگوں کو قتل و قتال پر ابھارتی تھی۔[۸]

۱؎ تاریخ ردہ بنو سلیم کی بغاوت ص ۱۳۳۔ ۲؎ تاریخ ردہ جنگ بزاخہ ص ۵۳۔ ۳؎ و ۴؎ بخاری کتاب الجہاد باب لا یعذب بعذاب اللہ
۵؎ تاریخ ردہ جنگ بزاخہ ص ۵۲۔ ۶؎ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو تاریخ ردہ مطبوعہ ندوۃ المصنفین دہلی۔
۷؎ و ۸؎ المبسوط باب المرتدین ج ۱۰ ص ۱۱۰۔

بعض کو قید کیا | (۱۲) بعض مرتدین کو قید کیا۔

ان ابابکرؓ سبی النساء والذراری من بنی حنیفة۔[1] ابوبکرؓ نے بنو حنیفہ کی مرتدہ عورتوں اور بچوں کو قید کیا۔

بنو حنیفہ کی عورتوں میں سے ایک عورت قید کرنے کے بعد حضرت علیؓ کو ملی تھی جس کے بطن سے محمدؒ بن حنیفہ پیدا ہوئے۔[2]

عورتوں کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:

اذا ارتددن یسبین ولا یقتلن[3] جب وہ مرتد ہو جائیں تو قید کی جائیں قتل نہ کی جائیں۔

حالانکہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے:

من بدّل دینه فاقتلوه[4] جو شخص اپنے دین کو بدل دے اس کو قتل کر دو۔

یہ حدیث عام ہے جس میں مرد اور عورت کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔

بعض کو معافی دیدی | (۱۳) بعض کو معافی دیدی:

قرہ بن ہبیرہ اور عیینہ بن حصن نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ بغاوت کی، قرہ نے عمروؓ بن عاص سے کہا کہ رسول اللہ صلعم کی وفات ہو گئی ہے اب عرب بڑی تیزی سے بغاوت کریں گے۔ اور زکوٰۃ دینا بند کر دیں گے۔ مناسب یہی ہے کہ تم مکہ لوٹ جاؤ ورنہ ایک جگہ مقرر کر لو تاکہ میری اور تمہاری جنگ ہو جائے اور عیینہ بن حصن کا حال یہ تھا کہ باغیانہ سرگرمیوں کے ساتھ وہ جس سے ملتا اس کو زکوٰۃ نہ دینے کی ترغیب دیتا اور کہتا کہ میرے قبیلہ کا کوئی آدمی ابوبکرؓ کو ایک بچھڑا بھی نہ دے گا۔

لیکن جب یہ دونوں گرفتار ہو کر آئے تو ابوبکرؓ نے ان دونوں کو معافی دیدی اور امان نامہ لکھ کر ان کے حوالہ کیا۔[5]

فقہاء نے مرتدین کے لئے مختلف سزائیں تجویز کی ہیں بعض کے نزدیک فوراً قتل کر دیئے جائیں مہلت بالکل نہ دی جائے اور بعض کے نزدیک تین یوم مہلت کے بعد قتل کئے جائیں، جیسا کہ کتب فقہ میں مذکور ہے۔ لیکن حسن بصریؒ سے مروی ہے:

---

[1] المبسوط باب المرتدین ج ۱۰ ص ۱۱۸، [2] و [3] ایضاً ص ۱۱۱۔ [4] المبسوط ج ۱۰ کتاب المرتدین ص ۱۰۸ ودر المختار باب المرتد بحوالہ احمد و بخاری وغیرہ
[5] تاریخ ردہ بنو عامر ص ۵۹۔

ان المرتد لا یستتاب ولا یجب قتلہ فی الحال۔[1] مرتد سے نہ توبہ طلب کی جائے اور نہ فی الحال قتل کیا جائے۔

اور سفیان ثوری سے مروی ہے۔

انہ یستتاب ابداً[2] مرتد سے ہمیشہ توبہ ہی کا مطالبہ کیا جائے۔

قاضی ابو یوسف مرتدین کے احکام بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں:

وان ترک الامام السباء واطلقھم وترک الارض واموالھم فھو فی سعۃ وھذا مستقیم جائز۔[3]

اگر امام نے (غلبہ پانے کے بعد) مرتدین کی اولاد کو قید نہ کیا، مردوں کو چھوڑ دیا اور معاف کر دیا، اراضی اور اموال بھی نہ لیا تو اس کی وسعت ہے اور یہ جائز و درست ہے۔

عبدالوہاب شعرانی فقہاء کے مختلف اقوال نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں:

قول الحسن مخفف وقول عطاء فیہ تفصیل وقول الثوری فیہ تخفیف من حیث انہ یستتاب ابداً ولا یقتل[4]

حسن بصری کے قول میں تخفیف ہے، عطاء کے قول میں تفصیل ہے اور ثوری کے قول میں زیادہ تخفیف ہے کہ مرتد سے ہمیشہ توبہ طلب کی جائے اس کو قتل نہ کیا جائے۔

دراصل یہ سختی و نرمی حالات کی رعایت سے ہے جس میں مرتد اور معاشرہ دونوں کے حالات شامل ہیں، اور یہ اختلاف اس لئے ہے کہ امت کو وسعت ہو جیسا کہ "اختلاف امتی رحمۃ" کی تفسیر منقول ہے۔

توسعۃ علیہم وعلی اتباعھم فی وقائع الاحوال المتعلقۃ بفروع الشریعۃ[5]

تاکہ ان احوال کے واقعات میں جو شریعت کے فروع سے متعلق ہیں امت اور اتباع کے لئے وسعت ہو۔

اسی طرح ایک عورت جو مسلمانوں کی برائی کرتی پھرتی توہین آمیز اور اشتعال انگیز گیت گاتی جب اس کو سخت سزا دی گئی تو ابوبکرؓ نے فرمایا:

"جب اس کے شرک پر صبر کیا جاتا ہے تو اس فعل پر بھی کرنا چاہئے تھا۔ اتنی سخت سزا دینے کی ضرورت نہ تھی۔"[6]

---

[1] کتاب المیزان للشعرانی ج۲ باب الردہ ص۱۵۶ [2] ایضاً۔ [3] کتاب الخراج للقاضی ابی یوسف فصل الحکم فی المرتدین اذا حاربوا ومنعوا۔
[4] کتاب المیزان ج۲ حوالہ بالا۔ [5] کتاب المیزان ج۱ فصل فان قلت الخ ص۲۳۔ [6] تاریخ الخلفاء للسیوطی ابوبکر کے اقوال فیصلے وغیرہ۔

قصہ یہ ہوا کہ یمامہ کے حاکم (مہاجر بن امیہ) کے پاس دو عورتیں لائی گئیں، ایک رسول اللہؐ کی شانِ مبارک میں گستاخانہ کلمات واشعار کہتی اور دوسری مسلمانوں کو برا بھلا کہتی تھی، یمامہ کے حاکم نے ان دونوں کے ہاتھ کٹوا دیئے اور دانت نکلوا دیئے، جب ابوبکرؓ کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ برہم ہوئے اور کہا کہ تم نے سزا دینے میں جلدی کیوں کی؟ اگر تم میرے پاس لاتے تو میں گستاخی کرنے والی کو قتل کی سزا تجویز کرتا، اور دوسری اگر مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتی تو ادب دینے اور شرم دلانے پر اکتفاء کرتا اور اگر وہ ذمیہ ہوتی تو یہ شرک سے زیادہ برا فعل نہ تھا کہ اس میں ہاتھ پاؤں کاٹے جائیں[1]

بعض مسلمانوں سے قتل وقتال کا حکم دیا

(۱۴) حضرت ابوبکرؓ نے سیاستِ شرعیہ کے تحت بعض مسلمانوں سے قتل وقتال کا حکم دیا، جیسا کہ یمن کے مانعینِ زکوٰۃ سے قتال کا واقعہ اوپر گذر چکا ہے۔ ان لوگوں نے اجتماعی طور پر مرکز کو زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تھا ویسے وہ مسلمان تھے اور زکوٰۃ کو اسلامی فریضہ مانتے تھے جیسا کہ خود انھوں نے کہا تھا:

واللہ ما کفرنا بعد ایماننا	واللہ ہم نے ایمان کے بعد کفر نہیں کیا لیکن
ولکن شححنا علی اموالنا[2]	اپنے اموال پر حرص کیا ہے۔

حضرت عمرؓ نے ان کے مسلمان ہونے ہی کی وجہ سے ابوبکرؓ کے ارادۂ قتال پر اعتراض کیا تھا کہ:

کیف تقاتل الناس وقد امرت ان اقاتل	آپ ان لوگوں سے کیسے قتال کریں گے جبکہ حکم دیا
الناس حتی یقولوا لا الٰہ الا اللہ فمن قال	گیا ہے کہ لوگوں سے "لا الٰہ الا اللہ" کہنے تک قتال کریں
لا الٰہ الا اللہ عصم منی مالہ ونفسہ	جس نے لا الٰہ الا اللہ کہہ لیا اس نے اپنی جان ومال کی
الا بحقہ وحسابہ علی اللہ[3]	حفاظت کرلی اس کا حساب اللہ کے ذمہ ہوگیا ہاں اگر اسلام کا

حارثہ کے درجِ ذیل اشعار سے بھی ان کے مسلمان ہونے کا ثبوت ملتا ہے:

اطعنا رسول اللہ ما کان وسطنا	فیا قوم ما شانی وشان ابی بکر
ہم نے رسول اللہ کی اطاعت کی جبکہ وہ ہم میں موجود تھے	اے میری قوم اب ابوبکرؓ سے ہمارا کیا تعلق ہے

---

[1] تاریخ الخلفاء للسیوطی ابوبکر کے اقوال فیصلے وغیرہ۔ [2] الاحکام السلطانیہ للماوردی الباب الخامس فی الولایۃ علی حروب المصالح
[3] بخاری ومسلم ومشکوٰۃ کتاب الزکوٰۃ۔

ایورثها بکرًا اذا مات بعده ❊ فتلک اذًا واللہ قاصمة الظهر[1]

کیا اپنے بعد وہ خلافت کا وارث اپنے لڑکے کو بنائیں گے — یہ تو خدا کی قسم ہماری کمر توڑ دینے والی بات ہے۔

اسی بناء پر قاضی ابو یعلیٰ کہتے ہیں:

وان منعوها بعد اعترافهم بخلا	اگر لوگ اقرار کے باوجود بخل کی وجہ سے زکوٰۃ نہ دیں
قاتلهم الامام کما قاتلهم الصدیق	تو امام ان سے قتال کرے جیسا کہ ابوبکر رضؓ نے زکوٰۃ
لما منعوا الزکوٰۃ۔[2]	کے مانعین سے قتال کیا تھا۔

حالات نہایت سنگین و پرپیچ تھے در اصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دفعۃً حالات نہایت سنگین اور پر پیچ بن گئے تھے، بعض قبیلے حکومت اور مذہب دونوں سے باغی ہو گئے تھے اور بعض صرف حکومت سے تھے اور مذہب سے نہ تھے، ایسی حالت میں ہر نئی حکومت کا سب سے مقدم فرض یہ ہوتا ہے کہ وہ بہر صورت فتنہ و فساد کو ختم کر کے امن و امان برقرار رکھے، اس سے بحث نہیں ہوتی ہے کہ بغاوت کس کی طرف سے ہو رہی ہے، نوعیت کیا ہے اور قیادت کون کر رہا ہے؟ اس بناء پر ابوبکر رضؓ نے باغیانہ سرگرمیوں کے کچلنے میں نہایت چابکدستی دکھلائی اور راہ کی تمام جذباتی چیزوں اور شکایتوں کو نظر انداز کر دیا حتیٰ کہ اگر خالد رضؓ کی طرف سے بعض ایسے اقدام کی خبر ملی جس کو عام طور سے پسند نہ کیا جاتا تھا۔ تو لوگوں کی تالیفِ قلب و تسکینِ خاطر کا ایک حد تک ضرور لحاظ کیا لیکن خالد رضؓ پر آنچ نہ آنے دی مثلاً مالک بن نویرہ کا واقعہ مؤرخین کے درمیان کافی بحث کا موضوع بنا ہوا ہے لیکن جو لوگ حکومتی نظم و نسق سے واقف اور امن و امان کی نزاکتوں سے باخبر ہیں، ان کے نزدیک اس واقعہ کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مالک بن نویرہ کو ۱۰ھ میں اپنے قبیلہ کا محصلِ زکوٰۃ بنا کر روانہ کیا تھا۔ جب اس کو رسول اللہ صلعم کے وصال کی خبر ملی تو وصول کئے ہوئے زکوٰۃ کے اونٹ لوگوں کو واپس کر دیئے اور اپنی تقریر میں کہا:

"رسول اللہ صلعم کا انتقال ہو گیا ہے اگر قریش میں ان کا کوئی جانشین ہوا تو ہم اس کو تسلیم کر لیں گے

---

[1] تاریخ ردہ صنعاء کی بغاوت. ص ۱۵۰۔ [2] الاحکام السلطانیہ للقاضی ابی یعلیٰ قتال اہل الردہ ص ۳۷

بشرطیکہ وہ خود ہم سے تسلیم کرانا چاہے اور پچھلی زکوٰۃ نہ طلب کرے"

اور یہ اشعار پڑھے:

وقال رجال سد دالیوم مالک ٭ وقال رجال مالک لم یسدد

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ آج مالک نے ٹھیک بات کہی ہے لیکن کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اس کی بات ٹھیک نہیں ہے

فقلت دعونی لا ابا لابیکم ٭ فلم اخطر رایا فی الوغیٰ او فی الندی

میں نے کہا کہ مجھے چھوڑ دو تمہارے باپ کا باپ نہ رہے میری رائے نہ جنگ میں غلط ہوتی ہے اور نہ مجلس میں

وقلت خذوا اموالکم غیر خائف ٭ ولا ناظر فی ما یجئ بہ غد

میں نے کہا کہ بلا خوف وخطر اور انجام سے غافل ہوکر اپنے اموال لئے رہو۔

فان قام بالامر المجدد قائم اطعنا وقلنا الدین دین محمد

اگر نئی حکومت کسی نے سنبھالی تو ہم اس کی اطاعت کریں گے اور دینِ محمدی کو سب سے بہتر کہیں گے

سأجعل نفسی دون ما تحذرونہ وارھنکم یوما بما قلتہ یدی

تمہارے اندیشوں کا اپنی جان سے مقابلہ کروں گا اور ہاتھ رہن دے کر اس وعدہ کی ضمانت کرتا ہوں

فدونکموھا انہا صدقاتکم مصررۃ اخلافھا لم تجرد

اپنی دودھ دیتی اونٹنیوں کو سنبھال لو جن کے تھنوں پر غلاف چڑھے ہوئے ہیں

حضرت ابوبکرؓ اور خالدؓ یہ اشعار سن کر بہت متاثر ہوئے اور خالدؓ نے عہد کیا کہ اگر مالک ہاتھ لگ گیا تو اس کو بری طرح قتل کروں گا بلکہ اس کے سر کا چولھا بنا کر اس پر ہانڈی چڑھاؤں گا۔[1] چنانچہ جب مالک اور اس کے گروہ کو پکڑ کر لایا گیا تو مالک کے بارے میں اختلاف ہوا بعض لوگوں نے اس کے اسلام کے بارے میں ثبوت پیش کیا اور بعض نے مسلمان نہ ہونے کو ترجیح دی لیکن چونکہ اس کی بغاوت مشاہدہ میں آچکی تھی، اِس بناء پر خالدؓ نے گروہ سمیت اس کو قتل کرا دیا۔

---

[1] تاریخ ردہ بنو عامر اور دوسرے قبیلوں کے دوبارہ مسلمان ہونے کا ذکر۔ ص ۶۵

فتنۂ ارتداد کو دبانے میں سیاست شرعیہ سے زیادہ کام لیا گیا ہے

جن لوگوں نے فتنۂ ارتداد کا گہری نظر سے مطالعہ کیا ہے وہ جانتے ہیں کہ اس موقع پر فتنہ کو دبانے اور بغاوت کو کچلنے میں سیاستِ شرعیہ سے زیادہ کام لیا گیا ہے، اگر حضرت ابوبکرؓ صرف "من بدّل دینہ فاقتلوہ" (جو شخص دین کو بدل دے اس کو قتل کر دو) کے ظاہر پر عمل کرتے اور شریعت کی روح کو نظر انداز کر دیتے تو نہ کسی مرتد کو آگ میں جلانے کا سوال پیدا ہوتا نہ کسی باغی کو معاف کر دینے کی گنجائش نکلتی اور نہ مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے کی اجازت ہوتی۔ پھر بعض اقدام کے خلاف جو لوگوں نے شورش برپا کر رکھی تھی اگر اس کو نظر انداز نہ کرتے اور خالد کو سنگسار یا قتل کر دیتے تو سعادت و شقاوت کا نقشہ نہایت محدود ہو جاتا اور آج اسلام کی تاریخ دوسری ہوتی، لیکن چونکہ حضرتؓ نے جہانبانی کے نوک پلک درست کرنے سے پہلے جہاں بینی کے نشیب و فراز سے واقفیت حاصل کی تھی اور اسلامی ریاست کے حدودِ کار متعین کرنے سے پہلے چشمِ دل میں نظر پیدا کی تھی، اس بناء پر ایک طرف تو قرآن و سنت کو نظر انداز نہ ہونے دیا اور دوسری طرف انہیں کی روشنی میں توسیعی پروگرام پر ماموریت کے فرائض کو بحسن و خوبی انجام دیا۔ ملت کے افراد میں یہ نظر و واقفیت جب بھی پیدا ہوگی انہیں بزرگوں کو رہنما بنانے اور انہیں کے قدم پر چلنے سے پیدا ہوگی جیسا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا:

فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین[1] — میری سنت اور خلفاء راشدین کی سنت کو لازم پکڑو۔

ان بزرگوں کو نظر انداز کر دینے کے بعد نہ مذہب کو تحریک کے پردہ میں چھپانے سے وسعتِ نظر پیدا ہوگی اور نہ تاویل و توجیہ میں اُلجھنے کے بعد دارالحرب کی پناہ گاہ میں خود کے چھپ رہنے سے پیدا ہوگی۔

لوطی کو آگ میں جلانے کا حکم دیا

(۱۵) حضرت ابوبکرؓ نے لوطی کو آگ میں جلانے کا حکم دیا جس کی صورت یہ ہوئی کہ خالدؓ نے ابوبکرؓ کے پاس ایک شخص کی یہ شکایت بھیجی:

انہ وجد فی بعض نواحی العرب رجل ینکح کما تنکح المرأۃ — نواحی عرب میں ایک شخص ہے جس سے عورت جیسا فعل کیا جاتا ہے۔

---

[1] ابوداؤد و ترمذی، از مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ۔

صحابہؓ سے مشورہ کے بعد انھوں نے یہ جواب دیا:

ان یحرق [1] — اس کو جلا دیا جائے

حالانکہ عذابِ نار سے ممانعت کی حدیثیں اوپر گزر چکی ہیں۔

شرابی کی سزا مقرر کی

(۱۶) حضرت ابوبکرؓ نے شرابی کی سزا چالیس درّے مقرر کی۔

فکان ابو بکر یجلدھم اربعین — ابوبکرؓ شرابیوں کو چالیس درّے مارا کرتے تھے

حتی توفی [2] — یہاں تک کہ ان کی وفات ہو گئی۔

حالانکہ اس سلسلہ میں رسول اللہؐ کے مختلف طرزِ عمل منقول ہیں۔

دوسری شادی کے بعد بھی ماں کو بچہ کی پرورش کا حق دار ٹھہرایا

(۱۷) حضرت ابوبکرؓ نے عمرؓ کے واقعہ میں نکاح کے بعد بھی عورت کو بچہ کی پرورش کا مستحق ٹھہرایا، حالانکہ رسول اللہؐ نے طلاق وجدائی کے بعد عورت کو بچہ کی پرورش کا حق دار اُس وقت تک ٹھہرایا ہے۔ جب تک وہ دوسری شادی نہ کرے جیسا کہ ماں سے رسول اللہؐ نے فرمایا:

انت احق مالم تنکحی [3] — تو زیادہ حقدار ہے جب تک نکاح نہ کرے۔

صورت یہ ہوئی کہ حضرت عمرؓ نے اپنی انصاری بیوی کو طلاق دیدی جس کے بطن سے "عاصم" ان کا بچہ تھا طلاق کے بعد ماں نے دوسری شادی کرلی، جس کی بناء پر عمرؓ نے اپنے بچہ کو لینا چاہا، جب نانی نے ابوبکرؓ سے آکر شکایت کی تو آپ نے عمرؓ سے فرمایا:

خل بینھما و بینہ [4] — ماں اور بچہ کے درمیان راستہ چھوڑ دو

قطیعہ کا حکم نامہ منسوخ کر دیا

(۱۸) حضرت ابوبکرؓ نے اقرع بن حابس اور عیینہ بن حصن کو تالیفِ قلب کے لئے قطیعہ (جاگیر) دے کر حکم نامہ لکھ دیا لیکن بعد میں عمرؓ کے انکار کی وجہ سے اس حکمنامہ کو منسوخ کر دیا۔

پھر جب ان دونوں نے اصرار کیا تو آپ نے کہا:

واللہ لا اجدد شیئا ردہ عمر [5] — خدا کی قسم میں وہ کام نہ کروں گا جس کو عمرؓ نے رد کر دیا ہے۔

---

[1] الطرق الحکمیہ فصل سلوک الصحابہ لبعض الاحکام۔ [2] سنن الکبریٰ کتاب الاشربۃ ج ۸ ص ۳۲۰۔ [3] ایضاً کتاب النفقات۔

[4] سنن الکبریٰ کتاب النفقات ج ۸۔ [5] کتاب الاموال ص ۲۸۳۔

حالانکہ تالیف قلب کے لئے قرآنِ حکیم میں "المولفۃ قلوبھم" کی مستقل مد موجود ہے اور رسول اللہؐ سے بکثرت عطایا اور قطائع دینا ثابت ہے۔

(۱۹) ایک مرتبہ ابوبکرؓ نے طلحہؓ کو قطیعہ (جاگیر) دیا اور چند لوگوں کو گواہ بنا کر حکم نامہ ان کے حوالہ کر دیا جس میں حضرت عمرؓ کا بھی نام تھا، جب طلحہؓ دستخط کرانے کے لئے عمرؓ کے پاس گئے تو انھوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا:

اھذا کلہ لک دون الناس — کیا یہ سب آپ ہی کو مل جائے اور دوسرے لوگ محروم رہیں۔

اس کے بعد طلحہؓ غصہ میں بھرے ہوئے ابوبکرؓ کے پاس آئے اور کہا:

واللہ ما ادری انت الخلیفۃ ام عمرؓ — واللہ میں نہ سمجھ سکا کہ کون خلیفہ ہے آپ ہیں یا عمرؓ ہیں؟

ابوبکرؓ نے جواب دیا:

بل عمر[1] — بلکہ عمرؓ ہیں۔

رسول اللہؐ کے وصال پر دف بجانے والی عورتوں کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا

(۲۰) حضرت ابوبکرؓ نے سیاستِ شرعیہ کے تحت ان عورتوں کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا جنھوں نے رسول اللہؐ کے وصال پر دف بجایا تھا۔

کما امر بقطع یدی النساء اللاتی ضربن الدف لموت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاظھار الشماتۃ[2] — جیسا کہ ابوبکرؓ نے ان عورتوں کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا جنھوں نے اظہارِ خوشی کے لئے رسول اللہؐ کے وصال پر دف بجایا تھا۔

حالانکہ قرآن و سنت میں ایسے جرم پر قطعِ ید کا کہیں ذکر نہیں ہے۔

یہ سب سیاستِ شرعیہ یا توسیعی پروگرام کے تحت کیا تھا

اس قسم کی مثالوں میں بظاہر قرآن و سنت کی مخالفت معلوم ہوتی ہے لیکن حقیقۃً مخالفت نہیں ہے۔ ان بزرگوں نے جتنے اجتہادات کئے ہیں قرآن و سنت کے اندر کئے ہیں اور مجموعہ کو سامنے رکھ کر ہی احادیث و احکام کے موقع و محل متعین کئے ہیں، اس بناء پر ہمارے لئے صحابہؓ کا طرزِ عمل حجت ہے اور اسی پر ملی مسائل کا حل موقوف ہے، جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہؒ کہتے ہیں:

انتظام الدین یتوقف علی اتباع سنن النبیؐ وانتظام السیاسۃ الکبریٰ یتوقف علی الانقیاد للخلفاء فیما — دین کا انتظام سنت رسول اللہؐ کی اتباع پر موقوف ہے اور سیاست کبریٰ کا انتظام

۱؎ کتاب الاموال صـ ۲۸۳۔ ۲؎ المبسوط ط باب المرتدین صـ ۱۱۱۔

یأمرونهم بالاجتهاد فی باب الارتفاقات واقامة الجهاد وامثال ذلك[1]

تدابیر ملکی اور جہاد میں اجتہاداتِ خلفاء کی اتباع پر موقوف ہے۔

حضرت ابوبکرؓ کے بعد حضرت عمرؓ کو توسیع کا زیادہ موقع ملا۔ یہ اُس وقت خلیفہ ہوئے جبکہ بڑی حد تک زمین ہموار اور فضاء درست ہو گئی تھی۔

فتنوں اور بغاوتوں کو دبانے میں ابوبکرؓ نے جیسی صلاحیت کا مظاہرہ کیا، حضرت عمرؓ سے بظاہر اس کی توقع نہ تھی، اور "ماموریت" کے فرائض کو جس حد تک عمرؓ نے وسیع کیا ابوبکرؓ کو اس کی ضرورت نہ پیش آئی۔

حضرت ابوبکر و عمر کے طریقِ انتخاب وحکومت سے وسعت کا ثبوت

(۲۱) دونوں بزرگوں کے طریقِ انتخاب میں جو طرزِ عمل اختیار کیا گیا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام نے انتخاب کو کسی ایک طریقہ میں محدود نہیں کیا ہے، اسی طرح حکومتی نظم ونسق چلانے میں ان دونوں نے حالات کی رعایت سے جس فرق کو ملحوظ رکھا، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ روح اور مقصد برقرار رکھتے ہوئے حکومتی کاروبار میں کافی وسعت ہے، کیونکہ

معلوم ان للناس مصالح تتجدد بتجدد الایام فلو وقف الاعتبار علی المنصوص فقط لوقع الناس فی الحرج الشدید وهو مناف للرحمة۔[2]

یہ معلوم ہے کہ ایام کے بدلنے سے نئے نئے مصالح پیدا ہوتے رہتے ہیں، ایسی حالت میں اگر صرف منصوص پر اعتبار کو موقوف رکھا گیا تو لوگ سخت حرج میں مبتلاء ہو جائیں اور رحمت کے منافی بات لازم آئے گی۔

حضرت عمرؓ نے حکومت کی ترتیب وتنظیم کے سلسلہ میں جتنے اقدامات کئے ہیں، ان سے یہاں زیادہ بحث نہیں ہے مؤرخین نے نہایت تفصیل سے ان کو بیان کر دیا ہے، ذیل میں چند وہ صورتیں ذکر کی جاتی ہیں جو انھوں نے احکامِ شرعیہ میں حالات کی رعایت سے سیاستِ شرعیہ اور توسیعی پروگرام کے تحت اختیار کی تھیں اور بحیثیتِ مجموعی نصوصِ شرعیہ ان کے پیشِ نظر تھیں، اگرچہ بظاہر نظر میں کسی نص کی مخالفت معلوم ہوتی ہے یا صراحۃً ثبوت نہیں ملتا ہے۔

حضرتِ عمرؓ نے کتابیہ عورت سے نکاح کی ممانعت کر دی

(۱) حضرت عمرؓ نے کتابیہ عورت سے نکاح کرنے کی ممانعت کر دی حالانکہ قرآن حکیم میں اس کی اجازت موجود ہے:

[1] حجۃ اللہ البالغہ ج من ابواب الاعتصام بالکتاب والسنۃ۔ [2] تعلیل الاحکام البحث الثالث فی حجیتها۔

وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُحْصَنَاتُ	اور تمہارے لئے مومنہ اور کتابیہ پاک دامن عورتیں
مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَا اٰتَيْتُمُوْهُنَّ	حلال کی گئی ہیں جبکہ تم ان کا مہر ادا کرو، اور
اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْ	بیوی بناؤ، نہ علانیہ بدکاری کرو اور نہ خفیہ
اَخْدَانٍ [1]	آشنائی کرو۔

اس سلسلہ میں ابوبکر جصاصؒ نے یہ واقعہ نقل کیا ہے :-

"حضرت حذیفہؓ نے ایک یہودیہ سے نکاح کر لیا، جب اس کی اطلاع حضرت عمرؓ کو ہوئی تو انھوں نے اس سے علیحدگی کا حکم دیا۔ حذیفہؓ نے لکھا کہ کیا وہ حرام ہے؟ اس پر عمرؓ نے جواب دیا کہ میں حرام تو نہیں کہتا ہوں، لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ تم لوگ بدکار عورتوں کے جال میں پھنس جاؤ گے۔" [2]

امام محمد نے مدائن کا یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا :

فانی اخاف ان یقتدی بک المسلمون	میں ڈرتا ہوں کہ دوسرے مسلمان تمہاری اقتدا کریں گے
فیختاروا نساء اھل الذمۃ لجمالھن	اور ذمیہ عورتوں کے جمال کی وجہ سے مسلم عورتوں پر
وکفی بذلک فتنۃ لنساء المسلمین [3]	ان کو ترجیح دیں گے، یہ بات بڑی آسانی سے فتنہ بن سکتی ہے

حضرت عمرؓ نے مسلمانوں کو زمین وجائداد رکھنے سے منع کر دیا

(۲) حضرت عمرؓ نے مسلمانوں کو زمین وجائداد رکھنے سے قانوناً منع کر دیا جبکہ اس سے پہلے برابر ان کے پاس زمینیں رہتی رہیں اور "امین" کی حیثیت سے وہ جائدادوں پر قابض رہے،

علامہ طنطاویؒ جوہری کہتے ہیں۔

فلما کثرت الاموال فی ایام عمر و وضع الدیوان	حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت میں جب مال زیادہ
فرض الرواتب للعمال والقضاۃ و منع	ہوگیا تو باقاعدہ رجسٹر مرتب کئے گئے لوگوں کے وظیفے

[1] سورۂ مائدہ رکوع ۱۔ [2] احکام القرآن للجصاص باب تزوج الکتابیات ج ۲ ص ۳۲۴۔

[3] کتاب الآثار باب من تزوج الیہودیۃ والنصرانیہ۔

ادخار المال وحرم علی المسلمین اقتناء الضیاع والزراعة والمزارعة لان ارزاقهم وارزاق عیالهم تدفع لهم من بیت المال ۔[۱]

مقرر ہوئے عالموں اور قاضیوں کی تنخواہیں مقرر ہوئیں نیز سرمایہ جمع کرنے زمین رکھنے کاشتکاری کرنے اور دوسروں سے کرانے سے روک دیا گیا یہ سب کچھ اسلئے ہوا کہ لوگوں کے بال بچوں تک کے وظیفہ سرکاری خزانہ

ممانعت کے اس قانون نے یہاں تک ترقی پائی کہ

"اگر کوئی غیر مسلم اسلام قبول کر لیتا تو اس کی تمام جائداد غیر منقولہ ضبط کر کے بستی کے غیر مسلموں میں تقسیم کر دی جاتی اور اس نومسلم کا سرکاری خزانہ سے وظیفہ مقرر کر دیا جاتا تھا۔[۲]

دراصل اسلام ایک ایسی صالح جماعت تیار کر کے برقرار رکھنا چاہتا ہے جس کا مقصد جان و مال کی قربانی کر کے دوسروں کے لئے رحمت کا ماحول پیدا کرنا ہو یہ اس وقت تک ناممکن ہے جب تک دلوں سے ذاتی منفعت اور عیش وعشرت کے "بت" نہ نکالے جائیں۔

عام طور سے یہ تو ہوتا ہے کہ با اقتدار جماعت میں جب کوئی فرد داخل ہوتا ہے تو اس کو ہر قسم کی جائز و ناجائز رعایتیں دی جاتی ہیں اس کی زیادتیوں پر پردہ ڈالا جاتا ہے اور اس کو اتنی "چھوٹ" ملتی ہے کہ وہ دوسروں کی حق تلفی کر کے خود عیش کر سکے۔

لیکن اسلامی جماعت میں داخل ہونے والے سے اللہ کے لئے ہر چیز وقف کر دینے کا عہد لیا جاتا ہے اور اپنے کو فنا کر کے دوسروں کی بقاء کا سامان فراہم کرنے کا مطالبہ ہوتا ہے، اس لئے اسلامی حکومت مسلم کی زمین و جائداد میں اپنے اختیارات بہ نسبت دوسرے لوگوں کے زیادہ استعمال کرتی ہے۔

حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز نے بھی اسی پر عمل کیا

حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز نے بھی اپنے زمانۂ خلافت میں ممانعت کے اس قانون پر عمل کیا تھا جیسا کہ

وابد هذه القاعدة عمر بن عبدالعزیز وکان یتحدی ابن الخطاب بکل خطواته[۳]

حضرت عمرؓ کے اس قانون کو عمرؓ بن عبدالعزیز نے نافذ کیا اور وہ حضرت عمرؓ کے ہر نقش قدم پر چلتے تھے۔

---

[۱] نظام العالم والامم ج ۲ ص ۱۸۳ و ۱۸۴ - [۲] حوالۂ بالا - [۳] حوالۂ بالا -

غیر مسلموں میں جو شخص اسلام قبول کر لیتا اس کے لئے یہ قانون تھا:

ایما ذمی اسلم فان اسلامہ یحرز لہ نفسہ وما لہ وما کان من ارض فانہا من فیٔ اللہ علی المسلمین [۱]	جو ذمی (غیر مسلم) اسلام قبول کرلے اس کی جان اور اموال منقولہ محفوظ رہیں گے لیکن اموال غیر منقولہ مسلمانوں کے لئے اللہ کی "فے" ہو جائیں گے۔
ایما قوم صالحوا علی جزیۃ یعطونہا فمن اسلم منہم کانت دارہ وارضہ لبقیتہم [۲]	اور جن لوگوں سے معاہدہ ہو گیا ہے وہ اگر اسلام قبول کرلیں تو اموالِ غیر منقولہ اسی قوم کے بقیہ لوگوں میں تقسیم کر دیئے جائیں گے۔

حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درجِ ذیل فرمان میں منقولہ و غیر منقولہ کی کوئی تقسیم ہے اور نہ عرب و عجم کی کوئی تحصیص ہے:

ان القوم اذا اسلموا احرزوا دماءہم واموالہم [۳]	جب کوئی قوم اسلام قبول کرلے تو وہ اپنی جانوں اور مالوں کو محفوظ کر لیتی ہے۔

قاضی ابو یوسف اسی حدیث کی بناء پر کہتے ہیں:

فان دماءہم حرام وما اسلموا علیہ من اموالہم وکذلک ارضوہم لہم۔ [۴]	جس زمین کے باشندے اسلام قبول کرلیں ان کا خون حرام ہے، قبولِ اسلام کے وقت جو مال ان کے پاس ہوگا وہ انہی کا رہے گا ایسے ہی زمینیں بھی انہی کی رہیں گی۔

حضرت شاہ ولی اللہ نے اسلامی حکومت میں اراضی کی یہ حیثیت بیان کی ہے:

والارض کلہا فی الحقیقۃ بمنزلۃ مسجد او رباط جعل وقفا علی ابناء السبیل وہم شرکاء فیہ فیقدم الاسبق فالاسبق [۵]	حقیقت یہ ہے کہ پوری زمین بمنزلہ مسجد اور سرائے کے ہے جو مسافروں پر وقف ہوتی ہے اور سب لوگ اس میں برابر کے شریک ہوتے ہیں، اسی لئے ہر پہلے آنے والے کو پیچھے آنیوالوں پر ترجیح دی جاتی ہے۔

---

[۱] نظام العالم والامم ج ۲ ص ۱۸۳ و ۱۸۴۔ [۲] حوالہ بالا۔ [۳] ابو داؤد۔

[۴] کتاب الخراج لابی یوسف باب فی اسلام قوم من اہل الحرب ص ۶۳۔ [۵] حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ من ابواب ابتغاء الرزق۔

اور ملکیت کی یہ حیثیت بیان کی ہے:

وحق الملك فی الآدمی کونہ احق بالانتفاع من غیرہ [1]

زمین پر آدمی کی حق ملکیت کا صرف یہ مطلب ہے کہ دوسرے کے مقابلہ میں اس کو انتفاع کا زیادہ حق حاصل ہے۔

ایک وقت کی تین طلاقوں کو تین قرار دیا

(۳) حضرت عمرؓ نے بیک وقت تین طلاقوں کو تین قرار دیا جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو ایک[1] قرار دیتے تھے، یعنی اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا کہ تجھ کو تین طلاقیں ہیں تو وہ تینوں واقع ہو جائیں گی۔

حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے:

کان الطلاق علی عهد رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم وابی بکر وسنتین من خلافة عمر طلاق الثلاث واحدة فقال عمر بن الخطاب ان الناس قد استعجلوا فی امر کانت لهم فیه اناة فلو امضیناہ فامضاہ علیهم [2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ کے زمانہ میں تین طلاقیں ایک سمجھی جاتی تھیں نیز عمرؓ کے ابتدائی زمانہ خلافت میں دو سال تک اسی پر عمل درآمد رہا لیکن جب عمرؓ نے دیکھا کہ لوگ ایسے کام میں جلدی کر رہے ہیں جس میں انہیں تاخیر کرنا چاہئے تو انھوں نے تینوں کو بحال رکھا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا:

ایها الناس قد کانت لکم فی الطلاق اناة وانه من تعجل اناة اللہ فی الطلاق الزمناہ ایاہ۔ [3]

اے لوگو! تمہارے لئے طلاق میں تاخیر مناسب ہے جس شخص نے طلاق میں اللہ کی تاخیر کو برقرار نہ رکھا تو ہم اس کو لازم کر دیں گے۔

ایک اور روایت میں ہے:

تتابع الناس فی الطلاق فاجازہ علیهم [4] جب لوگ طلاقیں پے در پے دینے لگے تو حضرت عمرؓ نے ان کو برقرار رکھا۔

اسی بناء پر حضرت عمرؓ کا معمول تھا کہ جب ان کے پاس اس طرح کی طلاق کا مقدمہ آتا تو مرد کو سزا دے کر میاں بیوی میں تفریق کر دیتے تھے۔ [5]

(باقی)

---

[1] حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ من ابواب ابتغاء الرزق۔ [2] مسلم کتاب الطلاق ج ۱۔ [3] شرح معانی الآثار کتاب الطلاق ج ۲ ص ۳۲۔ [4] مسلم و ابوداؤد کتاب الطلاق۔ [5] فقہ عمر مسائل طلاق